

- کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟^(۱) (۶)
 اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی۔^(۲) (۷)
 اور تجھے نادار پا کر تو نگر نہیں بنا دیا؟^(۳) (۸)
 پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر۔^(۴) (۹)
 اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ۔^(۵) (۱۰)
 اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔^(۶) (۱۱)

- الَّذِي يَتِيمًا فَآوَى ۝
 وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ۝
 وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى ۝
 فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَغْمُرْ ۝
 وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝
 وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

سورۃ الم نشرح کی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان
 نہایت رحم والا ہے۔

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔^(۷) (۱)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

الَّذِي نَشْرَعُ لَكَ صَدْرَكَ ۝

اپنی امت کے گناہ گاروں کے لیے ملے گا۔

(۱) یعنی باپ کے سہارے سے بھی تو محروم تھا، ہم نے تیری دست گیری اور چارہ سازی کی۔

(۲) یعنی تجھے دین شریعت اور ایمان کا پتہ نہیں تھا، ہم نے تجھے راہ یاب کیا، نبوت سے نوازا اور کتاب نازل کی، ورنہ اس سے قبل تو ہدایت کے لیے سرگرداں تھا۔

(۳) تو نگر کا مطلب ہے، اپنے سوا تجھ کو ہر ایک سے بے نیاز کر دیا، پس تو فقر میں صابر اور غنا میں شاکر رہا۔ جیسے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے کہ ”تو نگری، ساز و سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے، اصل تو نگری دل کی تو نگری ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب لیس الغنی عن کثرة العوض)

(۴) بلکہ اس کے ساتھ نرمی و احسان کا معاملہ کر۔

(۵) یعنی اس سے سختی اور تکبر نہ کر، نہ درشت اور تلخ لہجہ اختیار کر۔ بلکہ جواب بھی دینا ہو تو پیار اور محبت سے دو۔

(۶) یعنی اللہ نے تجھ پر جو احسانات کیے ہیں، مثلاً ہدایت اور رسالت و نبوت سے نوازا، یتیمی کے باوجود تیری کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا، تجھے قناعت و تو نگری عطا کی وغیرہ۔ انہیں جذبات تشکر و ممنونیت کے ساتھ بیان کرتا رہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کا اظہار اللہ کو پسند ہے لیکن تکبر اور فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے زیر بار ہوتے ہوئے اور اس کی قدرت و طاقت سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔

(۷) گزشتہ سورت میں تین انعامات کا ذکر تھا، اس سورت میں مزید تین احسانات جملائے جا رہے ہیں۔ سینہ کھول دینا،

<p>اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتا دیا۔ (۱)</p> <p>جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی۔ (۳)</p> <p>اور ہم نے تیرا اذ کر بلند کر دیا۔ (۴)</p> <p>پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (۵)</p> <p>بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (۶)</p>	<p>وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝</p> <p>الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝</p> <p>وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝</p> <p>فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝</p> <p>إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝</p>
--	---

ان میں پہلا ہے۔ اس کا مطلب ہے سینے کا منور اور فراخ ہو جانا، تاکہ حق واضح بھی ہو جائے اور دل میں سما بھی جائے۔ اسی مفہوم میں قرآن کریم کی یہ آیت ہے ﴿فَمَنْ شَرَّدَ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لَيْسَ لَهُمْ صَوْلَةٌ وَلَا مَوْلَاةٌ﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۱۵) جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازنے کا ارادہ کرے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ یعنی وہ اسلام کو دین حق کے طور پر پہچان بھی لیتا ہے اور اسے قبول بھی کر لیتا ہے۔ اس شرح صدر میں وہ شق صدر بھی آجاتا ہے جو معتبر روایات کی رو سے دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا گیا۔ ایک مرتبہ بچپن میں، جب کہ آپ ﷺ عمر کے چوتھے سال میں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا دل چیرا اور اس سے وہ حصہ شیطانی نکال دیا جو ہر انسان کے اندر ہے، پھر اسے دھو کر بند کر دیا، (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسرائاء) دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔ اس موقع پر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا گیا، اسے آب زمزم سے دھو کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ (صحیحین، أبواب المعراج و کتاب الصلوٰۃ)

(۱) یہ بوجھ نبوت سے قبل چالیس سالہ دور زندگی سے متعلق ہے۔ اس دور میں اگرچہ اللہ نے آپ ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا، کسی بت کے سامنے آپ ﷺ سجدہ ریز نہیں ہوئے، کبھی شراب نوشی نہیں کی اور بھی دیگر برائیوں سے دامن کش رہے، تاہم معروف معنوں میں اللہ کی عبادت و اطاعت کا نہ آپ ﷺ کو علم تھا نہ آپ ﷺ نے کی۔ اس لیے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس چالیس سالہ عدم عبادت و عدم اطاعت کا بوجھ تھا، جو حقیقت میں تو نہیں تھا، لیکن آپ ﷺ کے احساس و شعور نے اسے بوجھ بنا رکھا تھا۔ اللہ نے اسے اتا دینے کا اعلان فرما کر آپ ﷺ پر احسان فرمایا۔ یہ گویا وہی مفہوم ہے جو ﴿يَفْعَلُكَ اللَّهُ نَأْفَقًا مِّنْ دُونِكَ وَأَن تَتَّخِذَ﴾ (سورۃ الفتح) کا ہے۔ بعض کہتے ہیں، یہ نبوت کا بوجھ تھا، جسے اللہ نے ہلکا کر دیا، یعنی اس راہ کی مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ اور تبلیغ و دعوت میں آسانیاں پیدا فرمادیں۔

(۲) یعنی جہاں اللہ کا نام آتا ہے وہیں آپ ﷺ کا نام بھی آتا ہے۔ مثلاً اذان، نماز اور دیگر بہت سے مقامات پر، گزشتہ کتابوں میں آپ ﷺ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے، فرشتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا، وغیرہ۔

(۳) یہ آپ ﷺ کے لیے اور صحابہ اللہ علیہم السلام کے لیے خوشخبری ہے کہ تم اسلام کی راہ میں جو تکلیفیں برداشت کر رہے ہو تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تمہیں فراغت و آسانی سے نوازے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جسے

فَاذْأَوْعَتْ فَاَنْصَبْ ۝
وَالِى رَبِّكَ فَاَرْعَبْ ۝

پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر۔ (۷)
اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔ (۸)

سورہ تین مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان
نہایت رحم والا ہے۔

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔ (۱)
اور طور سینین کی۔ (۲)
اور اس امن والے شہر کی۔ (۳)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ (۴)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالَّتِیْنِ وَالزَّیْتُونِ ۝

وَطُوْرٍ سِیْنِیْنِ ۝

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ساری دنیا جانتی ہے۔

(۱) یعنی نماز سے یا تبلیغ سے یا جماد سے، تو دعائیں محنت کر، یا اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔

(۲) یعنی اسی سے جنت کی امید رکھ، اسی سے اپنی حاجتیں طلب کر اور تمام معاملات میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ رکھ۔

(۳) یہ وہی کوہ طور ہے جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا۔

(۴) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جس میں قرآن کی اجازت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جو اس میں داخل ہو جائے، اسے بھی امن حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دراصل تین مقامات کی قسم ہے، جن میں سے ہر ایک جگہ میں

جلیل القدر، صاحب شریعت پیغمبر مبعوث ہوا۔ انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں اس کی پیداوار ہے اور وہ ہے بیت المقدس، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن کر آئے۔ طور سینا یا سینین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی

گئی اور شہر مکہ میں سید المرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (ابن کثیر)

(۵) یہ جواب قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کو جھکا ہوا ہے، صرف انسان کو دراز قامت، سیدھا بنایا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کھانا پیتا ہے۔ پھر اس کے اعضا کو نہایت تناسب کے ساتھ بنایا، ان میں

جانوروں کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔ ہر اہم عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا، پھر اس میں عقل و تدبیر، فہم و حکمت اور سمع و بصر کی قوتیں ودیعت کیں، جو دراصل یہ انسان اللہ کی قدرت کا مظہر اور اس کا پر تو

ہے۔ بعض علمائے اس حدیث کو بھی اسی معنی و مفہوم پر محمول کیا ہے، جس میں ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب) ”اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا“ انسان کی پیدائش میں ان تمام

چیزوں کا اہتمام ہی احسن تقویم ہے، جس کا ذکر اللہ نے تین قسموں کے بعد فرمایا۔ (فتح القدر)